عابد و معبود

(مولوی عبد العزیز صاحب بسکوہری متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

عابد اور معبود کا رشتہ ایک فطری تعلق ہے۔ دنیا میں جب انسان آباد ہوئے اور انھوں نے دیکھا کہ ایک بڑی غائب
وت کہیں ایسی موجود ہے جو انسانی تخلیق نیز جمیع موجودات کے وجود کا سبب وعلت ہے اور اس میں اتنی قوت اور قدرت ہے
بس سے اتنا اہم ارضی وسماوی نظام برابر قرار اور قائم ہے اور سب پر حکومت کر رہا ہے تو ....
شیت کا مفہوم اور عبادت کا نظریہ | اس کی ہیبت اور عظمت وسطوت سے مرعوب ہو کر فطرتاً دلمیں خوف پیدا ہوا اور
مام جسمانی وقلبی رجحان طبعاً ہر اس طریق خضوع اور عبادت کی طرف منتقل ہوا جس سے اس خالق کو راضی اور خوش کر کے
ہر اس نعمت اور انعام کے مستحق ہو جائیں جو اس کے پاس موجود ہے اور ہر اس سزا وعذاب سے نجات پا جائیں جس سے وہ
اراض ہونے پر شریر بندوں کو اس میں مبتلا کریگا۔ ہر شخص نے اپنی عقل کے موافق عبادت اور خضوع وانقیاد کا ایک طریقہ
یدا کیا۔ کسی نے تو یہ خیال کیا کہ اس باہمت اور قوت والے بادشاہ کو راضی کرنے کی یہی صورت ہے کہ ہمہ تن اسی کی عبادت
ں مصروف ہو جائیں اور چونکہ یہ تخشع اور تعبد لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں حاصل نہیں ہو سکتا اسلئے تجرد اور تنہائی
صورت پیدا کرنی چاہیے۔ اور بعضوں نے یہ سوچکر کہ جب تک جسم پر طرح طرح کی مصیبتیں اور اذیتیں ڈالی جائیں اسوقت
ے صحیح معنوں میں اس دیوتا اور بادشاہ کی اطاعت نہیں ہو سکتی اور نہ ہم اس کے انعام واکرام کے مستحق ہو سکتے ہیں۔
سلئے ہر قسم کی تکلیفیں اور شدتیں اٹھا کر اس کو خوش کرنا چاہیے۔

چنانچہ یہ نظریہ اتنا ترقی کر گیا کہ خدا کا تصور ایک ہیبتناک بادشاہ اور دیوتا کا تصور ہو گیا کہ لوگ سنیاسیت فقیریت
ور رہبانیت جیسے تباہ کن مغالطے میں گرفتار ہو گئے۔ اور چونکہ یہ بسبب اپنی علمیت، معرفت، تقوی کے رہبر قوم سمجھے
جاتے تھے۔ عوام اس بات کو نہ سمجھ سکے کہ اپنے رشتہ عبودیت کو خود اپنے معبود سے جوڑ سکیں اسلئے سمجھنے لگے کہ بلا توسط
قبلۂ اعظم تک پہنچنا ممکن نہیں چنانچہ وسیلہ ڈھونڈھنے لگے۔ ان تارک الدنیا فقیروں، سنیاسیوں، سادھوؤں کے
لاوہ اور کون قابل وسیلہ ہو سکتا تھا۔ خیال ہوا کہ یہ لوگ معبود حقیقی تک پہنچنے میں رہبری کر سکیں گے بالآخر ارباباً
ن دُوْنِ اللہ کا درجہ ان کو مل گیا۔

ضرورت رسل | اور چونکہ وہ اس عقل کی رہنمائی میں حقیقت سے بہت دور ہو گئے تھے۔ عبودیت اور انسانی تخلیق
سبب نہ سمجھ سکے ضروری تھا کہ تخلیق عالم کا سبب بتلانے۔ عبودیت وانقیاد کا صحیح مفہوم سمجھانے کیلئے خود معبود
ہستی کی طرف سے کوئی قاصد آئے۔ چنانچہ اس معبود نے ہر جماعت میں بہت سے رسول اور قاصد بھیجے تاکہ وہ انکی

بدولت اس معبود حقیقی تک پہنچنے میں صحیح طور پر کامیاب ہو سکیں۔

اگرچہ سب رسولوں کا مطمع نظر صرف لوگوں کے دلوں میں خالق کی خشیت، تعبد و انقیاد ہی کا مفہوم ڈالنا تھا۔ مگر جبکہ اسکے باوجود لوگ عبودیت اور تعبد کا صحیح مفہوم نہ سمجھ سکے اور خشیت کا اصلی محل متمیز نہ کر سکے اور اپنی جاہلانہ عقل سے اس کی معرفت میں کام لینے لگے۔ تو اسلام کی ضرورت ہوئی اور اسلام نے آکر صحیح عبادت کا مفہوم سمجھا کر عابد کے رشتہ عبودیت کو معبود کے ساتھ مستحکم کر دیا۔

اسلام میں خشیت کا مفہوم اور عبادت کا طریقہ

چونکہ خدا کی عبادت کا صحیح جذبہ اسوقت پیدا ہو سکتا ہے جبکہ بندوں کے دلمیں خشیت پیدا کی جائے۔ اور جب تک اس کی خشیت نہ ہو حقیقت میں کامل عبادت نہیں ہو سکتی۔ قرآن نے اسی وجہ سے خشیت پیدا کرنے کی طرف خاص توجہ کی ہے چنانچہ ارشاد ہے اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ الخ (سورۂ حدید رکوع ۲) کیا مومنوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خوف خدا سے لرز جائیں۔"

عبادت کا مقصد شرک سے بچنا اور معبود کے قہر و جبروت اور طاقت کو تسلیم کرنا ہے اور اس کا نتیجہ دنیا میں فتنہ و فساد پیدا کرنے سے اجتناب ہے يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ (آل عمران رکوع ۱۱) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور تم پر موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان (اللہ کے مطیع) ہو" یعنی مسلمانوں کی ساری زندگی کا دارومدار تقوی اور خشیت ہو۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ جب تمام زندگی اس خشیت سے پُر ہوگی تو کبھی فتنہ و فساد پیدا نہیں ہو سکتا اور ہر وقت گردن معبود کے سامنے انقیاد و تابعداری سے جھکی رہیگی حتی کہ جب دنیا سے رخصت ہوگا تو اسی اسلام۔ انقیاد۔ تعبد پر ہوگا وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ (تم پر موت نہ آئے مگر اسلام کی حالت میں) کا یہی معنی ہے۔ اور واضح طور سے فرمایا۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (سورہ اعراف ۷ع) یعنے دلمیں خوف و خشیت پیدا کرکے پھر اللہ کی عبادت کرو۔" وَمَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ۨادْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ (سورہ ق رکوع ۳) ترجمہ اور جس نے دلمیں اللہ کی خشیت پیدا کی اور اس کے قہر و جبروت سے ڈرا اور پھر عبادت میں خلوص دل سے حاضر ہوا۔ حالانکہ اس کو دیکھا نہیں اللہ اس کو خوش ہو کر فرمائیگا کہ تو سلامتی سے نہ فنا ہونیوالی نعمتوں میں ہمیشہ کیلئے داخل ہو جا۔" پس جس نے عبادت کے وقت دلمیں خشیت پیدا کی تو حقیقت میں اس نے اصلی انقیاد و تعبد کا اظہار کیا اور جس شخص کی عبادت اس طور سے ہوگی پھر عبادت کا جو مقصد ہے یعنی گناہوں سے بچنا وہ حاصل ہو جائے گا۔ **نماز** اسی کو کہتے ہیں کہ شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق، مخصوص قانون اور ضابطے کے ماتحت خلوص دل کے ساتھ خالق کے دربار میں حاضر ہو کر اس کی الوہیت، ربوبیت، قہر و جبروت کا اقرار کرنا اور گناہوں سے توبہ کرکے ہدایت اور صحیح راستہ کی توفیق طلب کرنا۔ اور جب اس مقصد کو لیکر خشیت کے ساتھ خالق کی عبادت کی جائیگی تو وہ عابد ہر قسم کی برائیوں سے بچ جائیگا۔ اسی چیز کو قرآن نے کتنے خوش اسلوبی سے بیان کیا۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ (عنکبوت پ ۲۱) بیشک نماز تمام بے حیائیوں اور برائیوں سے روکدیتی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو سب سے پہلے اس کے دربار میں نہایت عاجزی اور انقیاد سے کھڑے ہو اور دل میں خشوع وخضوع پیدا کرکے پھر نماز شروع کرو اور یہ تصور کرو کہ تم اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر سرگوشی کر رہے ہو اور اگرچہ تم اس کو نہیں دیکھ سکتے لیکن یہ سمجھو کہ تم کو وہ دیکھ رہا ہے اور تمہارے سامنے ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق ع ۲) ہم (اللہ) انسان کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اللہ تو اپنے بندے کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (مومن پ۲۴) میرے قریب آؤ اور مجھ سے طلب کرو میں دینے کیلئے تیار ہوں۔ بیشک جس دل میں معبود کی خشیت ہو اس دل کو کوئی طاقت پھر اس کے خوف سے بے نیاز نہیں کر سکتی۔ شیطان بندوں پر مسلط کر دیا گیا ہے اور اس کا کام بندوں کو خالق سے دور کرنا ہے۔ لیکن جسکا دل خشیت معبود سے پُر ہو چکا ہو اس دل میں شیطان کا وسوسہ ہرگز دخل نہیں دے سکتا بلکہ بندہ ہر اس خیال اور وہم کو جسکو اپنے حق میں برا سمجھتا ہے بدترین عذاب تصور کرتا ہے اور اس سے دور رہنے ہی کو باعث نجات سمجھتا ہے۔ تاریخ پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف زمانے میں کیسے کیسے اللہ کے بندے ہوئے جنھوں نے دل میں خدا کی خشیت پیدا کی اور پھر شیطانی وسوسوں سے بچکر اور دور رہ کر دنیا کے لئے باعث رشد وہدایت بنے۔ صحابہ کرامؓ کو دیکھئے کہ ہر وقت خشیت اللہ کا یہ عالم رہتا تھا کہ قدم قدم پر کانپتے تھے کہ کہیں کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو جائے۔ حضرت عمرؓ خطبہ دیتے ہیں ایک بڑھیا ٹوکتی ہے اور کہتی ہے کہ اے عمر تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ خشیت اور ڈر کا لفظ سنکر چونک پڑے اور خدا کے خوف کا تصور کرکے رونے لگے۔ یہی حال تمام صحابہؓ کا تھا اس کے علاوہ تابعین، تبع تابعین اور بڑے بڑے ائمہ مجتہدین کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی خشیت خدا کا یہ حال ہے کہ خوف خدا کی وجہ سے زبان پر خلق قرآن کا لفظ تک نہیں لاتے ہیں خشیت خدا اور خوف خدا کا تصور ان کو دنیا وما فیہا سے بے نیاز کر دیتا ہے اگرچہ ہزار ہا کوڑے ان کی پیٹھ پر پڑتے ہیں بدن سے خون کا فوارہ جاری ہوتا ہے مگر یہ سختی ان کے دل سے اللہ کی خشیت کو زائل نہ کر سکی۔ اس کے برخلاف ہمارے افعال واعمال میں استقلال نہیں۔ معمولی معمولی خیال اور مادی طاقتوں سے مرعوب ہو کر زمام استقلال وتثبت کو ہاتھوں سے چھوڑ کر بہک جاتے ہیں وجہ یہی ہے کہ دل میں خدا کا خوف نہیں خشیت سے دل آشنا نہیں ع قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں۔

اسلام میں رہبانیت نہیں

پس معلوم ہوا کہ عابد ومعبود میں رشتہ محبت وعبودیت پیدا کرنے والی چیز خشیت اور خوف ہے۔ لیکن جب بھی خشیت اور خوف حد اعتدال سے تجاوز کر جائے اور افراط وتفریط سے کام لیا جانے لگے تو یہی انسانی خیالات کو پلٹا کر خدا کی قربت سے دور کر دیتا ہے اور پھر عبادت وریاضت کے صحیح مفہوم کی معرفت متعذر ومشکل ہو جاتی ہے اور بالآخر وہ عبادت شریعت کے حدود سے متجاوز ہو کر باعث خفگی وناراضی خالق بنجاتی ہے۔ ہندؤں کی **سنیاسیت وجوگیت**۔ یہود ونصاریٰ کی **رہبانیت**، ایسی چیزیں ہوئیں جس سے وہ راہ مستقیم سے ہٹ کر حقیقت سے بہت ہی دور جا پڑے۔

اسلام نے مسلمانوں کی عبادت وریاضت کا جو تصور خشیت وخوف کے التزام کا جو طریقہ بتلایا ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہدیا لا رهبانية في الاسلام اسلام میں رہبانیت جائز نہیں ہے یعنی عبادت اور خشیت کا جو تصور یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ نے

قائم کیا۔ اسلام اس تصور کو غیر معقول اور خلاف فطرت بتلاتا ہے۔ بلکہ اصل عبادت اور خشیت یہ ہے کہ خدا کی دی ہوئی تمام قوتوں اور نعمتوں سے قانون الٰہی کے ماتحت فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے خالق کی عبادت کی جائے۔ اسلئے کہ انسانی تخلیق کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس کو دنیا میں ایک مقہور اور مجبور شخص کی طرح زندگی گذارنی چاہیے۔ یا دنیاوی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا بہر صورت اخروی نعمتوں سے محرومی اور خدا کی ناراضی کا باعث ہے اور نہ دنیاوی زر و دولت ہر حال میں اخروی طوق و سلاسل کا پیش خیمہ ہیں۔ بلکہ دنیا کی تمام نعمتیں قانون الٰہی کے ماتحت انسانوں ہی کے استعمال اور فائدے کیلئے پیدا کی گئی ہیں۔ قرآن مجید میں صاف ارشاد ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ط (پ ۸ اعراف ع ۴) یعنی کہدو کہ کس نے اللہ کی ان زینتوں اور حلال و پاک چیزوں کو حرام کیا جن کو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا۔ بلکہ قرآن مجید میں تو ایمان اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کو ہر قسم کی دنیاوی نعمتوں سے مالا مال کر دینے کی بشارت دی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ الآیہ (سورہ اعراف رکوع ۱۲) یعنی اگر ان بستیوں والے اندر ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔ سے

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں　　ڈھونڈھنے والوں کو ہم دنیا بھی نئی دیتے ہیں

سے علامہ اقبال

رباعی

(شراب بہر صورت حرام ہے اسکا سرکہ بھی نہ بنایا جائے پھینکدی جائے) (حدیث)

بوطلحہؓ نے پوچھا یہ نبیؐ سے کہ جناب　　آئی ہو یتیموں کے جو ورثے میں شراب
ہو حکم تو میں اُسکا بنا لوں سرکہ؟　　فرمایا نبیؐ نے کہ نہیں۔ پھینک شتاب

رباعی

(ایک شراب دس شخصوں کو ملعون بناتی ہے وہ بلا ہے) (حدیث)

کرتی نہیں میکش ہی کی　بد حالی　　دس دس کو ہے ملعون بنانے والی
ظاہر میں تو ہے لال پری کی صورت　　باطن میں یہ منحوس بلا ہے کالی

(کامل جوناگڈھی)